© rasailojaraid.com

تفسیر 'منہج الصادقین فی الزام المخالفین'
ایک مطالعہ
(۱)

——————— پروفیسر کبیر احمد جائسی

دسویں صدی ہجری کے ایران میں فارسی زبان میں کلام اللہ کی متعدد تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ اُن ہی میں سے ایک مشہور اور عوام میں مقبول تفسیر 'منہج الصادقین فی الزام المخالفین' بھی ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ تفسیر شایع ہوگئی ہے اور اس کو حجت الاسلام الحاج میرزا ابوالحسن شعرانی نے مرتب کر کے تہران سے شایع کیا ہے۔ اِس تفسیر کو اس کے مفسر نے پانچ جلدوں میں اِس لئے تحریر کیا ہے کہ 'عددِ آل عبا' سے مطابقت رہے۔ ناشر نے بھی مفسر کی روش کی پیروی کرتے ہوئے اِس کو پانچ جلدوں میں شایع کیا ہے، مگر نہ جانے کیوں اِن پانچ جلدوں کو دس جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور بین الدفتین دو دو جلدوں کو ایک مجلد میں شایع کیا گیا ہے۔ یہ تبدیلی کب اور کیسے ہوئی اِس کا علم ہم کو نہیں ہو سکا۔

مرتب تفسیر ابوالحسن شعرانی نے پہلی مجلد کی دونوں جلدوں پر دو عالمانہ مقدمات تحریر کئے ہیں۔ پہلی جلد کا مقدمہ پینتالیس صفحات پر محیط ہے اور دوسری جلد کا اٹھارہ صفحات پر۔ ان مقدمات سے اِس تفسیر کی اہمیت اور مفسر کے اندازِ تفسیر کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ شعرانی نے جگہ جگہ حواشی لکھ کر مفسر کی بہت سی اجمالی باتوں کی وضاحت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ شعرانی نے اِس تفسیر کو مرتب کرتے وقت غیر معمولی دقّتِ نظر اور محنت کا ثبوت دیا ہے۔ میرے پیشِ نظر اس تفسیر کی چوتھی اشاعت ہے جو ۱۳۴۷ھ ش (۱۹۶۹ء) میں کتاب فروشی اسلامیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہران سے شایع ہوئی تھی۔

اِس تفسیر کے مصنف مُلّا فتح اللہ کاشانی بن شکر اللہ کاشانی ہیں۔ وہ شاہ تہماسپ صفوی اور 'تفسیر شاہی' کے مصنف سید ابوالفتح جُرجانی کے معاصر تھے۔ ایران میں کاشانی اوراُن کی تفسیر خواہ کتنی ہی مشہور کیوں نہ ہو، ہندوستان میں اُن کے نام اور کام کو جاننے والے خال خال ہیں، اِس لئے درج ذیل سطور میں ہم ان کے حالات زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے اُن کی تفسیری کاوشوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔

مُلّا فتح اللہ کاشانی کے کوائف حیات پر نظر ڈالنے سے پہلے اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ہم ان کے ایک اہم معاصر اور اولین فارسی 'آیات الاحکام' کے مصنف سید ابوالفتح جُرجانی کا مفصل تعارف تحریر کر چکے ہیں اور اس تعارف میں ہم نے اولین صفویوں کے دور کی تمام اچھائیوں، کمیوں، کوتاہیوں اور کجیوں کی نشان دہی بھی کردی ہے۔ اُسی دور کی ایک دوسری فارسی تفسیر کے تعارف کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ سید ابوالفتح جرجانی کی آیات الاحکام یا تفسیر شاہی چیدہ چیدہ آیات کی تفسیر ہے، مکمل کلام اللہ کی نہیں۔ اِس لئے ایک ایسی تفسیر کا تعارف ضروری تھا جس کا تعلق دسویں صدی ہجری سے ہو اور وہ سورۂ الحمد سے سورۂ الناس تک مکمل تفسیر بھی ہو۔ اس لحاظ سے ہم نے کاشانی کی تفسیر کا انتخاب کیا ہے جو دوازدہ اِمامی حضرات میں صدیوں تک معروف ومقبول رہی۔ یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ سید ابوالفتح جرجانی اور مُلّا فتح اللہ کاشانی نے ایک جیسے ماحول میں زندگی بسر کی، فرق صرف اتنا ہے کہ مُلا فتح اللہ نے جُرجانی کے بعد کے بارہ برسوں کا زمانہ اور دیکھا تھا۔

کاشانی کے حالاتِ زندگی بہت کم دستیاب ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ ایک مصنف نے لکھ دیا ہے الفاظ بدل بدل کر لوگ آج تک اُسی کو نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ویسے ویسے وہ مآخذ دستبرد زمانہ کی نذر ہوتے گئے جن سے کچھ نیا مواد مل سکتا تھا۔ اب جہاں تک ہماری دست رس ہوسکی ہے اُسی کی مدد سے ان کی زندگی کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مُلا فتح اللہ کاشانی کے والد مُلّا شکراللہ کاشانی خود اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے۔ مختلف مراجع کے مطالعے کے بعد بھی اِس بات کا پتا نہیں چلتا کہ انہوں نے کس شہر میں بود و باش اختیار کر رکھی تھی، اِس لئے ہمارے لئے یہ کہنا دشوار ہے کہ کاشانی کی پیدائش کہاں ہوئی تھی؟ تذکروں میں تواتر سے تحریر کیا گیا ہے کہ مُلا فتح اللہ، شیخ علی بن حسن زواری کے شاگرد تھے۔ زوار، مضافاتِ اصفہان کے ایک قریے کا نام ہے جس کو 'قریۃ السادات' بھی کہا جاتا ہے۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ کاشانی کے والد اصفہان جو کہ اُس زمانہ میں ایران کا پایۂ تخت تھا، منتقل ہوگئے ہوں گے اور اصفہان ہی میں شیخ علی بن حَسن زواری سے کاشانی کا رشتۂ شاگردی استوار ہوا ہوگا۔ شیخ علی بن حَسن زواری خود ایک بڑے عالم اور مفسر تھے اور اپنے زمانے کے مشہور ترین مفسر، فقیہ اور عالم دین شیخ علی بن عبدالعالی کے شاگرد تھے، جو محقق کرکی کے نام سے معروف تھے۔ اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کاشانی کی تربیت کس ماحول اور کن ہاتھوں سے ہوئی تھی۔

اِن باتوں کے علاوہ ہم ان کی زندگی کے بارے میں کوئی بات قطعیت سے نہیں کہہ سکتے۔ اُن کی ابتدائی تعلیم و تربیت، بچپن کے حالات و واقعات، تعلیم سے فراغت کے بعد عملی زندگی کا آغاز، ذریعۂ معاش، آل اولاد، دربارِ شاہی اور معاصرین سے تعلقات، عام اخلاق و عادات، زندگی کے آخری ایام، اِن میں کسی چیز کے سلسلے میں ہم ظن و تخمین سے بھی کام لینے سے قاصر ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایران کے مشہور شاعر شفیع کدکنی نے اپنی کتاب 'مفسرانِ شیعہ' میں کاشانی کے کوائفِ زندگانی پر کچھ روشنی ڈالی ہو، مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ہم کو ہندوستان میں کہیں نہیں مل سکی کہ اُس سے استفادہ کیا جاتا۔

کاشانی کی ان تصانیف کا ہم کو علم ہوسکا ہے۔ (۱) منہج الصادقین فی الزام المخالفین (۲) زبدۃ التفاسیر، عربی زبان میں مکمل کلام اللہ کی تفسیر (۳) ترجمۂ کلام اللہ بزبان فارسی۔ یہ ترجمہ 'منہج الصادقین' کے علاوہ ہے (۴) خلاصۃ المنہج، خود مُلا فتح اللہ کے قلم سے 'منہج الصادقین' کی ایک جلدی تلخیص (۵) 'تنبیہ الغافلین وتذکرۃ العارفین' (نہج البلاغہ کا فارسی ترجمہ) (٦) 'کشف الاحتجاج'۔ یہ کتاب 'احتجاج طبرسی' کا فارسی ترجمہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاشانی کی تصانیف پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو کلام اللہ کے ترجمہ و ترجمانی سے خاص شغف تھا۔ انہوں نے اپنے اس شغف کا عملی اظہار اپنی مادری زبان فارسی کے ساتھ ساتھ دینی زبان عربی میں بھی کیا ہے۔ ان کی تفسیر نویسی کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ابوالحسن شعرانی نے طول و طویل مقدمات لکھ کر توجیہ و تاویل کا حق ادا کر دیا ہے اور بین السطور سے ایسے ایسے نکات نکال کر لائے ہیں جن کا بظاہر ذکر مفسر کی تفسیر میں نہیں ملتا۔ کسی متن کا مطالعہ کرتے وقت ہماری روش یہ ہوتی ہے کہ مرتب کا مقدمہ یا پیش لفظ ہم پڑھتے تو ضرور ہیں، مگر اس کو پڑھ کر کوئی رائے قائم نہیں کرتے۔ ہمارا سارا زور متن کے مطالعہ پر ہوتا ہے اور اگر مصنف نے کوئی مقدمہ یا دیباچہ تحریر کیا ہے تو اسی کو راہ نما بنا کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم دوسروں کی آرا کو نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جہاں جہاں ناگزیر ہوتا ہے ہم اُن سے بھی استفادہ کرتے ہیں، مگر مقدم متن ہی رہتا ہے۔ خوش قسمتی سے منہج الصادقین کے مصنف کاشانی نے اپنی تفسیر کے آغاز میں ہی اپنی تفسیر، اس کی ضرورت اور اپنی روش کار کے بارے میں اتنا مواد فراہم کر دیا ہے کہ اُسی کی روشنی میں اُن کے پیش کردہ متن کا بخوبی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ زیرِ نظر مطالعے میں ہم صرف کاشانی کی تحریر کی روشنی میں اُن کے پیش کردہ متن کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اِس سلسلے میں ہم پہلے ان کے تحریر کردہ مقدمہ کے خاص خاص نکات کو اپنی زبان میں تحریر کرتے ہیں۔

کاشانی نے اس بات کو بہت واضح الفاظ میں تحریر کیا ہے کہ علم قرآن، علوم شریعت کی بنیاد ہے اور اِس کا علم دینی ضرورت ہے۔[۲] اس حقیقت کے باوجود بہت سے ایرانی افراد مغلق فارسی تفسیروں سے مکمل فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے اور عربی زبان کی تفسیروں کو زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے سمجھنے سے قاصر تھے، اِس لئے ان کو اِس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو 'عقاید قاتلۃ' سے عاری اور ایجاز و اختصار سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ ائمۂ صادقین کے مذہب کے مطابق ہو، جس میں تمام قرآنی الفاظ کی تفصیل اُن کے مشتقات، وجوہِ ترکیب کی تکرار، شاذ اور دسوں قرأتوں کا بیان، قراء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بہم دگر اعتراضات نہ ہوں کہ جس کے پڑھنے سے قاری الجھ کر رہ جائے۔۳ اُن کے اِس بیان سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے استاد علی بن حسن زواری کی فارسی تفسیر 'ترجمۃ الخواص' اور دادا استاد شیخ علی بن عبدالعالی کرکی معروف بہ محقق کرکی کی تفسیر سے بھی مطمئن نہیں تھے اور اُن تفسیروں کو عام لوگوں کی فہم سے بالا سمجھتے تھے۔

اِس سلسلے میں کاشانی نے کمال الدین حسین واعظ کاشفی (م ۹۱۰ھ) کی تفسیر کو سب سے زیادہ ہدف ملامت بنایا ہے۔ وہ اس بات کے تو قائل ہیں کہ کاشفی کی عبارت بلیغ اور اُن کے استعمال کردہ الفاظ فصیح ہیں، مگر ان کے نزدیک کاشفی کی تحریر کردہ کلام اللہ کی تفسیر ایک خوش نما رنگین سانپ کی طرح ہے جو بہ ظاہر تو دل کش نقش ونگار سے آراستہ پیراستہ دکھائی دیتا ہے، مگر بہ باطن زہر سے بھرا ہوتا ہے۔ اُن کے نزدیک یہ تفسیر اپنی تمام ظاہری خوبیوں کے باوجود 'عقاید کو قتل' کرنے والی ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ایجاز و اختصار کی حامل ہے۔اسی وجہ سے کاشانی نے بقول خود یہ طے کیا کہ عربی اور فارسی تفسیروں کے علاوہ احادیث، تاریخ، اصول فقہ اور علم الکلام کی کتابوں کا بغور مطالعہ کر کے قراءت سبعہ کے مطابق 'حل معانی قرآن' کریں۴ جس پر 'موافق اور مخالف' دونوں متفق ہوں اور ان کی تحریر کردہ تفسیر اہل بیت کے مناقب کو ثابت کرنے والی، مخالفوں (سنیوں؟) کے شبہات کو ختم کرنے اور ان کے مذہب کو باطل کرنے والی ہو۔۵ اپنے تمام خیالات واضح کرنے کے لیے مفسر نے اِس تفسیر کے مقدمہ کو دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہم چند جملوں میں ہر فصل کے مضمون کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلی فصل میں قرآن کے بعض قرأ اور اُن کے اسناد کی صحت کا بیان ہوا ہے۔ اِسی ضمن میں اُن کے راویوں کے نام بھی گنائے گئے ہیں۔ہم یہاں صرف قرأ کے ناموں کو لکھ رہے ہیں۔ کاشانی نے اِس سلسلے میں سب سے پہلا نام نافع بن عبداللہ بن ابی نعیم (م ۱۶۷ یا ۱۶۹) کا لکھا ہے۔دوسرا نام قاری عبداللہ بن کثیر داری (م ۱۲۰) کا۔ بعدازاں بالترتیب قاری عاصم بن ابی نجود کوفی (م ۱۲۷ یا ۱۲۸ یا ۱۲۹ یا ۱۳۰) قاری ابوعمرو مازنی (م ۱۵۴) ابوعمران بن عامر بن یزید الیحصبی شامی (م ۱۱۸) حمزہ بن حبیب زیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(م۲۲۹) علی بن حمزہ کسائی (م۱۸۹) کے نام درج کئے ہیں۔

دوسری فصل میں قرآن پاک کے ناموں، سورتوں اور آیتوں کے معنی اور اُن میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ کا ذکر ہے، مثلاً انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کے حوالے سے قرآن کے معنی قرأت لکھے ہیں اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ قتادہؒ کے نزدیک قرآن کا مصدر ''قرأت الشئ.'' ۶ ہے جس کے معنی ''جمعت بعضہ الیٰ بعض'' ۷ ہے اور یہ مصدر (قرآن) بہ معنی مفعول ہے۔ اس لئے انہوں نے مقروہ ۸ قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ مقرو کے معنی خوندہ ہے اور اس کے نزول کے بعد ''تشتت'' ۹ اور تفرق'' ۱۰ سے کتاب کی شکل میں جمع کیا ہوا ہے۔ اِس کا دوسرا نام فرقان اس لئے ہے کہ یہ حق و باطل کے درمیان تفریق کرنے والا ہے۔ کاشانی کا خیال ہے کہ قرآن کو ذکر بھی کہتے ہیں اور اللہ تعالی کا قول ''اِنّا نَحنُ نَزّلنَا الذِّکرَ'' ۱۱ کا حوالہ دیتے ہوئے اِس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ چوں کہ قرآن میں فرائض اور احکام کا ذکر اور معتبر قصّے (قصّہ کے اصل معنیٰ واقعہ کے ہیں) اور نصیحتیں موجود ہیں اس لئے قرآن کا ایک نام ذکر بھی ہے۔

تیسری فصل میں قرآنی آیات کی صحیح تعداد، آیتوں کے 'فائدہ' اور ان کی معرفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ کاشانی کے نزدیک کوفہ کے لوگ آیات کی جو تعداد بتلاتے ہیں وہ صحیح ترین ہے، کیونکہ اس کی تصدیق حضرت علیؓ کے قول سے ہوتی ہے۔ اہل مکّہ، مدینہ، بصرہ اور شام جو اعداد بتلاتے ہیں وہ کسی 'امام' سے منقول نہیں ہے اِس لئے اُن لوگوں کی بتائی ہوئی تعداد صحیح ترین قرار نہیں دی جاسکتی۔

اس کے بعد مفسر نے آیات قرآنی کی معرفت کا فائدہ بیان کرتے ہوئے اِس خیال کا اظہار کیا ہے کہ تلاوت کرنے والا دورانِ تلاوت آیات قرآنی کو اپنی انگلیوں سے گنتا ہے (یعنی اُن پر اپنی انگلیاں چلاتا ہے) تو اُس کو اِس لئے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے کہ وہ اپنی انگلیوں کو دل اور زبان کے ساتھ تلاوت میں مشغول کرتا ہے اور یہ تینوں اعضاء قیامت کے دن کلام پاک پڑھنے والے کی تلاوت کی گواہی دیں گے۔ اِسی سلسلۂ سخن میں کاشانی نے اِس حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے ''اعقدن بالانامل فانھن مسئولات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومستنطقات" اِس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: تلاوت کے دوران اپنی انگلیوں سے آیتوں کو گنا کرو، اِس لئے کہ اُن سے پوچھا جائے گا اور اُن کو قوت گویائی دی جائے گی۔

انھوں نے قرآن پاک کی سطروں پر انگلی رکھنے کا یہ فائدہ بھی تحریر کیا ہے کہ اِس عمل سے بھول چوک سے حفاظت ہوتی ہے۔ اِس سلسلے میں بھی انہوں نے ایک حدیث نقل کی ہے "**تعاهدوا للقرآن فانه وحشی**" اور اِس کے معنی یہ بتلائے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرو اور اُس کی نہایت احتیاط سے حفاظت کرو، کیونکہ قرآن "رمندہ" (بھاگ کھڑا ہونے والا) اور "جہندہ" (کود کر نکل جانے والا) ہے (حدیث کے لفظ وحشی میں رمندہ اور جہندہ دونوں کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ وحشی بہ معنی جنگلی جانور جس کو باندھا نہ جاسکے۔)

چوتھی فصل تسہیل معنی، قرآن پاک کی تفسیر وتاویل اور 'فرقان' کے معانی کے اقسام سے بحث کرتی ہے۔ کاشانی نے تفسیر کے معنی تو وہی بیان کئے ہیں جو اُن سے صدیوں سے متقدم مفسرین نے بیان کئے ہیں، پھر انہوں نے معانی کے لئے تحریر کیا ہے کہ یہ پانچ حالتوں (مفسر کی زبان میں 'وجہ') سے باہر نہیں ہے۔ پہلی قسم، اُس کا ظاہر معنی کے مطابق ہونا ہے۔ اِس سلسلے میں انھوں نے محکم، نص اور ظاہر کی مثالیں بھی دی ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں آیت کے مفصل معنی معلوم نہ ہوں جیسے "**اقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوٰۃ**" جس کے معنی احادیثِ نبوی سے معلوم ہوتے ہوں۔ تیسری قسم وہ ہے کہ دو معانی کے الفاظ ایک جیسے یا مشترک ہوں اور ہر دو معانی کے صحیح ہونے کا احتمال ہو۔ چوتھی قسم نسخ سے متعلق ہے اور پانچویں قسم خاص وعام ہے۔ خاص کی مثال ان کے نزدیک "**اِلّا ابلیس**" ہے اور عام کی "**فسجد الملائکة کلهم اجمعون**"۔

پانچویں فصل آں حضرت ﷺ کی اُس حدیث کی تفسیر کے ذکر میں ہے جس کو کاشانی کے الفاظ میں 'عامہ' (سُنّیوں) نے روایت کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "**نزل القرآن علی سبعة أحرف کلھاشافٍ کافٍ**" علمائے امامیہ نے اِس حدیث کی تشریح میں اختلاف کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا "**نزل القرآن علی سبعة احرف: زجر و امر و حرام**

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وحلال و محکم و متشابه و امثال" قرآن سات حروف (یعنی موضوعات) پر نازل ہوا ہے: امر، نہی، حرام، حلال، محکم، متشابہ اور امثال۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اِن لوگوں میں سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ، مجمل ومفصل اور تاویل ہے۔

چھٹی فصل میں کاشانی نے تفسیر بالرائے سے متعلق دو حدیثیں بیان کر کے اُن کے معانی ومطالب بیان کئے ہیں: ایک حدیث تو وہ ہے جس کے الفاظ ہیں "**من فسّره برأيه و أصاب الحق فقد أخطأ**" یعنی جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور صحیح بات کہی (تو) اُس نے بھی خطا کی۔ اِس حدیث کو عامہ (سُنّی؟) آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ دوسری صحیح حدیث وہ ہے جو آں حضرت ﷺ اور 'ائمۂ معصومین' سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "**تفسير القرآن لايجوز الا بالاثر الصحيح والنص الصريح**"، یعنی قرآن کی تفسیر جائز نہیں ہے مگر صحیح اثر اور صحیح نص کے ذریعے۔ کاشانی نے پہلی ('عامہ' سے مروی) حدیث کا جو فارسی ترجمہ کیا ہے اُس کے اردو معنی یہ ہیں "جو اپنی فکر اور رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے اور اتفاقاً وہ حق کے مطابق ہوتی ہے، وہ شخص خاطی اور گنہگار رہوتا ہے"۔ دوسری حدیث کا اردو ترجمہ یوں ہوگا "تفسیر قرآن جائز نہیں ہے مگر اُس حدیث صحیح سے جو کہ پیغمبر ﷺ اور ائمہ اور اُن کے نص صحیح سے ماثور ہو" اِس مسئلہ پر کاشانی نے ایک طول وطویل بحث کی ہے جس سے یہاں صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

ساتویں فصل اِس موضوع سے بحث کرتی ہے کہ قرآن میں کوئی اضافہ نہیں۔ کاشانی نے لکھا ہے کہ ہمارے چند اصحاب (یعنی دوازدہ امامی) اور تمام حشویہ اِس بات پر متفق ہیں کہ قرآن میں کمی اور تبدیلی ہوئی ہے۔ لیکن ہمارا مسلک اِس کے برخلاف ہے۔

آٹھویں فصل میں کاشانی نے اِس بات سے بحث کی ہے کہ قرآن آں حضرت ﷺ کے زمانے میں 'مجموع، مرتب اور مؤلف' تھا۔ صحابۂ کرام آں حضرت ﷺ سے قرآن پاک کا درس لیتے، اُس کو حفظ کر کے آں حضرت ﷺ کو سناتے اور سنانے کی تکرار کرتے۔ کاشانی نے خاص طور سے دو صحابیوں عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابی ابن کعبؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اِن حضرات نے آں حضرت ﷺ کو متعدد بار کلام پاک سنایا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو دوازدہ امامی اور حشویہ قرآن کے 'مبتور و مبثوت' (کٹا ہوا اور منتشر) ہونے کے قائل ہیں' ان کا قول غیر معتبر اور غلط ہے۔ کاشانی نے اِسی سلسلۂ سخن میں لکھا ہے کہ تمام دوازدہ امامی علماء تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ متاخرین میں مجلسی اور حاجی میرزا حسین نوری نے ضرور اِس بات پر زور دیا تھا کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔

یہاں اِس بات کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ ہماری طالب علمی کے زمانے میں (غالباً ۱۹۶۲ یا ۶۳ء) سید العلما مولانا علی نقی النقوی الجائسی النصیرابادی کی ایک کتاب ہماری نظر سے گزری تھی جس میں انہوں نے بہ دلائل ثابت کیا تھا کہ قرآن پاک میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے اور شیعہ اُسی قرآن کو مانتے ہیں جو آج بھی لوگوں میں مستعمل ہے۔ آخر میں، جہاں تک یاد پڑتا ہے، پوری شیعہ قوم کی طرف سے اعلان کیا تھا کہ ہم تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں۔

نویں فصل میں کاشانی نے اعجازِ قرآن اور حضور کے دیگر خرق عادت واقعات (معجزات) سے بحث کی ہے اور انہیں آں حضرت ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل قرار دیا ہے۔

دسویں اور آخری فصل میں اُن احادیث کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں قرآن پاک کی تلاوت اور فرقان کے معنی جاننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ مقدمہ کی طویل ترین فصل ہے جو مطبوعہ کتاب کے آٹھ صفحات پر محیط ہے۔ اِس فصل میں احادیث نبوی کے علاوہ حضرت علیؑ، امام زین العابدینؒ، امام رضاؒ، امام جعفرِ صادقؒ، امام عسکریؒ وغیرہم کے اقوال (دوازدہ امامی حضرات کے نزدیک ائمہ کی احادیث) بھی پیش کی گئی ہیں۔ اپنے مقدمہ کے آخر میں کاشانی نے لکھا ہے کہ تلاوت قرآن کا اصل مقصد اُس کے معانی و مطالب کو جاننا ہے۔ اِس سلسلے میں انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت بھی نقل کی ہے ''کِتٰبٌ اَنزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوا آیاتہ وَلِیَتَذَکَّرَ اولوا الالباب (صٓ:۲۹) (یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے، تاکہ وہ لوگ غور کریں اور عقلمند اُس سے نصیحت حاصل کریں)

'منہج الصادقین فی الزام المخالفین' کے مرتب حجۃ الاسلام حاجی میرزا ابوالحسن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعرانی اپنے زمانے کے ایک مستند دوازدہ امامی عالم تھے۔ انہوں نے اس کی جلد دوم میں ایک طویل مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں اُن سوالات کا بھی جواب دینے کی کوشش کی ہے جو جلد اول کے شایع ہونے کے بعد مختلف لوگوں نے اُن سے کیے تھے۔ ایک سوال ان سے یہ کیا گیا تھا کہ مُلّا فتح اللہ کاشانی کا اِس کتاب میں طریق تفسیر کیا ہے؟ اِس کا ایک طویل جواب دیتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ فارسی میں جو تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ یا تو 'عامہ' (سنیوں؟) کی لکھی ہوئی ہیں یا اگر شیعوں کی لکھی ہوئی ہیں تو وہ تمام مسائل کا حل کرنے والی نہیں ہیں۔ وہ تفسیریں یا تو بہت طویل ہیں یا بہت مختصر۔ ابوالفتوح رازی کی تفسیر روض الجنان کے بارے میں اُن کا 'حکم' یہ ہے کہ ''اگرچہ در غایت فصاحت است امّا عبارتِ آن مانوس مردم زمانِ مانیست''، یعنی اگرچہ وہ انتہائی فصیح ہے لیکن اُس کی زبان ہمارے زمانے کے لوگوں کے لئے نامانوس ہے۔ علاوہ برایں شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابوالفتوح رازی نے الفاظ اور نحو کی ایسی تحقیق کی ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگ اُس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اُن کے نزدیک کاشانی کی تفسیر اُس لفظی فصاحت تک نہیں پہنچتی جو ابوالفتوح رازی کی تفسیر کا خاصہ ہے، لیکن اور دوسرے لحاظ سے پسندیدہ ترین ہے۔ کاشانی نے بیضاوی کی تفسیر کے ایک بڑے حصّے کو فارسی میں ترجمہ کرکے اپنی تفسیر میں شامل کرلیا ہے، اِسی طرح 'تفسیر کشاف' اور 'مجمع البیان' کے ایک بڑے حصّے کو بھی اپنی تفسیر میں شمولیت کے 'شرف' سے نوازا ہے۔ اُن کے 'داد و دہش' سے تفسیر تبیان، روض الجنان اور تفسیر گازر (از جرجانی) بھی محروم نہیں۔

ابوالحسن شعرانی سے لوگوں نے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ کاشانی نے سُنّی صوفیہ کے اقوال و آرا اپنی تفسیر میں کیوں نقل کئے ہیں؟ اِس کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے تحریر کیا ہے کہ کاشانی کے عہد حیات میں لوگوں کو سنی صوفیوں سے وہ نفرت نہیں تھی جو بعد کے زمانے کے لوگوں میں پیدا ہوئی۔ اُس زمانے میں وہ 'متقدمین' 'مرتاض' اور 'متشرع' لوگ جو 'تہذیب باطن' اور 'سلوک راہِ حق' میں مشغول ہوتے اُن کو صوفی کہا جاتا۔ اس سلسلے میں انھوں نے قاضی نور اللہ شوستری کا حوالہ دیا ہے جنھوں نے 'مجالس المومنین' کی مجلس ششم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایسے لوگوں کا احترام سے ذکر کیا ہے۔ اِس کے بعد انھوں نے دو جملوں میں صوفی نمامکّاروں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے احوال کو تحقیق کے بعد کاشانی نے نمایاں کیا ہے۔ اِس پیرا گراف کا خاتمہ اِن الفاظ پر ہوتا ہے:

> ''نقل مولف از کتب عرفا دلیلِ تصدیقِ بدعت گذاران شیا دنیست و اگر در آن عہد صوفیہ مَنفُور بودند قاضی نور اللہ مشاہیر آنان را تجلیل نمی کرد و از طائفۂ شیعہ شان نمی شمرد''۔
>
> (مولف کے صوفیوں کی کتابوں سے نقل کرنے کا مطلب بدعت گذاروں کی تصدیق نہیں ہے۔ اگر اُس عہد میں صوفیہ قابلِ نفرت گردانے جاتے تو قاضی نور اللہ ان کے مشاہیر کی تعریف و توصیف نہ کرتے اور نہ اُس گروہ کا شمار شیعوں میں کرتے۔)

اس تفسیر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اس میں کاشانی نے دوسرے مفسروں کی عبارتیں بہ کثرت نقل کی ہیں۔ شعرانی نے اِس بات سے انکار تو نہیں کیا ہے، مگر کاشانی کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ انھوں نے جو عبارتیں نقل کی ہیں یا تو اُن کی شرح کر دی ہے یا اُن کی توضیح کی ہے۔ مثال کے طور پر ابوالحسن شعرانی نے لکھا ہے کہ 'متعہ کے حکم' کے بیان میں کاشانی نے جو عبارت لی ہے وہ شرحِ لمعہ سے منقول ہے، مگر اُن کی توضیح اصل تفسیری عبارت سے کہیں زیادہ طویل ہے۔ کاشانی نے اصولِ دین، عقاید شیعہ اور مسائل کے سلسلے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ شعرانی کے الفاظ میں ''اتنا مستحکم، صریح اور معقول ہے کہ وہ عہد صفویہ کے فرد نہیں، بلکہ دو صدی قبل کے فرد مثل مقداد اور شہید معلوم ہوتے ہیں۔''

شعرانی کے مقدمہ سے اِس بات کا علم ہوتا ہے کہ اُن کو جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہ اور سید محمد رشید رضا کی تفسیری روش سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ حضرات چوں کہ اُن لوگوں کی نکیر کرتے ہیں جو کلام پاک کو عربی زبان میں پڑھنے کے بجائے اپنی مادری زبانوں میں پڑھنا چاہتے ہیں، شعرانی مذکورہ حضرات کے ہم نوا ہو کر ایسے لوگوں پر سخت تنقید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہوئے اُن کی کوششوں کو نصاریٰ کی سازش قرار دیتے ہیں اور مذکورہ تینوں حضرات کے اس مطالبے کو سراہتے ہیں کہ کلام پاک کو صرف اُس کی اصل زبان عربی میں پڑھا جائے۔ اِسی سلسلۂ سخن میں شعرانی ترکی (عثمانی) کی اِس روش پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ عربی سے اُس نے اپنا رابطہ ختم کر کے ترکی زبان کو دینی مسائل اور قرآن کو سمجھنے کا وسیلہ بنالیا ہے۔

شعرانی سے کسی نے یہ سوال بھی کیا تھا کہ جدید مصری تفسیروں مثلاً المنار اور طنطاوی کے بارے میں اُن کا کیا خیال ہے؟ اس کا جواب انہوں نے بہت واضح اور دوٹوک الفاظ میں دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''در تفاسیر اہل سنت قدیم یا جدید در امامت وعدل وفروع فقہی سخنانی است مخالف مذہب ما کہ البتہ تصدیق نمی کنیم امّا علوم عصری و خصوصی طبعیات را در تفسیر قرآن آوردن ہرگاہ موجب عبرت وتائید توحید، اثبات حکمت وقدرتِ پروردگار باشد بسیار نیکو باشد'' (ص:۸ج:۲)
> (اہل سنت کی قدیم یا جدید تفسیروں میں امامت، عدل اور فروع فقہی (کے سلسلے میں) ایسی باتیں ہیں جو ہمارے مذہب کے خلاف ہیں جن کی ہم تصدیق نہیں کرتے، لیکن ہمارے پروردگار کی وحدانیت اور اُس کی قدرت وحکمت کو ثابت کرنے کے لیے علوم طبیعیات خاص طور سے فزکس سے کام لینا بہت خوب ہے۔)

اس سلسلے میں آگے چل کر شعرانی نے اِس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالی نے بہت سی آیتوں میں ہم کو شوق ورغبت دلائی ہے کہ ہم آسمان وزمین، سورج وچاند، ستارے، حیوانات، نباتات اور خود اپنی خلقت پر غوروفکر کریں۔ اس طرح کا حکم کسی دوسری آسمانی کتاب میں نہیں دیا گیا ہے، ان کے نزدیک علم ہیئت، تشریح اور تمام وہ علوم جو تخلیق (انسانی) سے بحث کرتے ہیں اُن آیتوں کی تفسیریں ہیں۔ اِس موقع پر انہوں نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے کہ اگر اللہ جانتا کہ طبیعی علوم میں غوروفکر کرنے سے لوگ گم راہ ہوں گے تو تدبّر اور تفکّر کی اتنی ترغیبات نہ فرماتا۔ اپنے اس خیال کو شعرانی نے بہت پھیلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لکھا ہے۔ہم اُن کی تحریر کردہ تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہیں۔ یہ نکتہ ضرور قابل توجہ ہے کہ ان کے نزدیک تفسیر المنار اور تفسیر طنطاوی ’متجددین‘ کی تفسیروں کی طرح نہیں ہیں۔

ہم اپنے اِس مطالعے کا آغاز سورۂ بقرہ کی ایک آیت سے کرتے ہیں جس میں بنی اسرائیل کو مخاطب کیا گیا ہے۔متداول کلام پاک میں اِس کا نمبر ۴۹ ہے، مگر منہج الصادقین کے مولف کے نزدیک یہ سینتالیسویں آیت ہے:

’’وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ‘‘ و یاد کنید ای بنی اسرائیل وقتی کہ رہانیدیم شمارا، مراد اجداد ایشان است کہ در تنجیۂ ایشان منت بر اولاد نہادہ، جہت آنکہ حصول اولاد بسبب وجود آباو اجداد است، وصول نعمت بآباء موجب افتخار اولاد بآن، پس معنی آنست کہ ای بنی اسرائیل متذکر این چنین نعمتی شوید کہ ما نجات دادیم و خلاصی ارزانی فرمودیم پدران شمارا ’’مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ‘‘ از اتباع و متعلقان فرعون۔‘‘

(اور اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم کو نجات دی (اِس سے مراد اُن (بنی اسرائیل) کے اجداد ہیں جن کی رہائی کا احسان اُن کی اولاد کو اِس وجہ سے جتلا دیا گیا ہے کہ اولاد کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ آباء واجداد کے وجود کی بنا پر حاصل ہوتا ہے اور آباء کو جو نعمت حاصل ہوتی ہے وہ اولاد کے لئے فخر کا باعث ہوتی ہے۔ پس اس کے معنی یہ ہیں کہ اے بنی اسرائیل اُس نعمت کو یاد کرو کہ ہم نے تمھارے اجداد کو نجات دلائی اور چھٹکارا عطا فرمایا ’’من آل فرعون‘‘، فرعون کے متعلقین اور پیروؤں سے۔)

’’بدان کہ آیت معطوف است ’’بر نعمتی‘‘ مانند عطف جبرئیل بر ملائکہ، چہ آن بعضی از نعمتست کہ حق تعالی بایشان دادہ بود کہ بہ جہت عظم آن تصریح بہ آن فرمودہ، و اَصلِ ’آل‘ اہل است زیرا کہ تصغیر آن ’’اہیل‘‘ است و مخصوص است باضافہ کردن آن باولی الخطر مانند انبیا و ملوک و فرعون، علم پادشاہ عمالقہ است ہم چنانکہ کسریٰ و قیصر و تبع، علمِ پادشاہ فرس و روم و یمن است و خاقان و قیل کہ علم ملوک ترک و حمیر است۔‘‘

[جان لو کہ یہ آیت اِس سے پہلے کی دو آیتوں میں ’جن میں نعمتی کا لفظ آیا ہے‘ پر معطوف ہے، جس طرح فرشتوں کو جبرئیل پر عطف کیا گیا ہے ۱۲ کیوں کہ یہ اُن نعمتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایک ہے جو حق تعالی نے اُن (بنی اسرئیل) کو عطا کی تھیں۔ان نعمتوں کی عظمت کی وجہ سے اس کا الگ سے تذکرہ کیا ہے اور آل کی اصل اہل ہے جس کی تصغیر اُہَیــــل ہے اور اس کا اضافہ کرنا اولی الخطر سے مخصوص ہے مثلاً انبیا اور بادشاہوں (کے نام) پر اضافہ کرنے کے لئے مخصوص ہے[۱۳] اور فرعون عمالقہ بادشاہوں کا لقب ہے ٹھیک اُسی طرح جس طرح کسریٰ اور قیصر اور تبع ، فارس روم اور یمن کے بادشاہوں اور خاقان اور قیل ،ترک اور حمیر کے بادشاہوں کے لقب ہیں۔)

''وعمالیق از اولاد عملاق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح[۱۴] بودہ وکنیت فرعون 'ابومرہ' است وبجہت عتو ملوکِ عمالقہ اشتقاق نمودہ انداز فرعون یقال **تفرعن الرجل اذا عتاو تجبر**، وفرعون موسیٰ مصعب بن ریان بود وگویند ولید بن مصعب بود وا ز بقایای عاد است وفرعونِ یوسف ،ریان بن ولید بود کہ خزائن مصر در دست او بود ومیانِ فرعونِ موسیٰ وفرعونِ یوسف چہار صد سال متجاوز بودہ می فرماید کہ اتباعِ فرعون با مراو، ''یَسُوُمُوُنَکُم'' ستم ورنج رسانیدند وتکلیف می کردند شمارا ''**سوءَ العذاب**'' سخت ترین وبدترین عذاب را نسبت بہ سائر عذاب دیگر۔و 'سوم' بہ معنی بغی است مأخوذ از ''**سامه خشفاًا ذااولاه ظلما**'' واصل آن ذہاب است در طلب شئی وارسال ابل در رعی یقال ''**سام السلعة اذا طلبها**'' و 'سوء العذاب' مصدر 'ساء یسوء' است ونصب آن بجہت آن است کہ مفعول بہ 'یسومونکم' است یعنی بہ طریق بغی وظلم تکلیف می کردند والزام والجامی شما می نمودند سخت ترین عذاب را،واین جملہ فعلیہ حال است از ضمیر ''**نجیناکم**'' یا از ''**آل فرعون**'' یا ہر دو یا کلام مستانف است وقولہ ''**یذبحون ابناء کم**'' بیانِ ''**یسومونکم**'' است ولہذا بر آن معطوف نشدہ یعنی بغی ایشان بر شما بہ این وجہ بود کہ می کشتند پسران شمارا در طفولیت''

(اور عمالیق ،عملاق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) کی اولادوں میں سے تھے اور فرعون کی کنیت 'ابومرہ' تھی، چونکہ شاہان عمالقہ کی سرکشی اور ظلم و جبر بہت بڑھا ہوا تھا اس لیے اس مفہوم میں لفظ فرعون کو استعمال کیا جانے لگا۔جب کسی شخص کا ظلم و جبر بڑھ جاتا ہے تو کہا جاتا ہے **تَفرعَنَ الرجل** یعنی وہ فرعون بن گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور (حضرت) موسیٰ کے زمانے کا فرعون مصعب بن ریان تھا اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ اس کا نام ولید بن مصعب تھا اور وہ قوم عاد کی باقیات میں سے تھا اور (حضرت) یوسف (کے زمانے) کا فرعون ریان بن ولید تھا، جس کے پاس مصر کے خزانے تھے اور (حضرت) موسی اور (حضرت) یوسف کے فرعونوں میں چار سو برسوں کا فاصلہ تھا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ فرعون کے کار پرداز اُس کے حکم سے "**یسومونکم**"، تم لوگوں پر ظلم وستم اور جبر کرتے "**سوء العذاب**" تمام دوسرے عذابوں سے زیادہ سخت ترین اور بدترین عذاب۔ اور 'سوم' کے معنی ظلم وزیادتی کے ہیں۔ کہا جاتا ہے '**سامہ**' یعنی ایک شخص نے دوسرے پر ظلم کیا 'سام' کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے جانا، اونٹ کو چرنے کے لئے بھیجنا۔ کہا جاتا ہے '**سام السلعة اذا طلبها**' سامان حاصل کیا۔ **سوء العذاب** 'سوء' مصدر ہے 'ساء یسوء' سے۔ 'یسومونکم' کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ وہ ظلم و جبر کر کے ناقابل برداشت مصیبت میں ڈالتے ہیں اور سزا دے کر سخت ترین عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ جملہ فعلیہ '**نجیناکم**' کی ضمیر یا آل فرعون یا دونوں سے حال ہے، یا نیا جملہ ہے اللہ کا قول "**یذبحون أبناء کم**" "**یسومونکم**" کی تشریح ہے۔ اِسی وجہ سے اُس پر معطوف نہیں ہوا، یعنی تم پر اُن لوگوں کا ظلم اس طور پر تھا کہ وہ تمھارے لڑکوں کو بچپن ہی میں مار ڈالتے۔)

"**وَیَستَحیُونَ نِسٓئَکُم**" و باقی می گذاشتند دختران شمارا تا آنہارا بندگان خود سازند و بر وجہ استرقاق بایشان مقاربت کنند و خدمت فرمایند و این اشد از ذبح بود و نزد بعضی مراد یسوء عذاب اعمال شاقہ بود چہ بعضی آنہارا خدمۂ اصنام خودساختہ بودند و بعضی دیگر را از خادمانِ خود، و برخی بری ایشان حراثت می کردند و گروہی حفاری و کناسی و جمعی دیگر بنائی و خشت زدن و سنگ کشیدن و غیر آن، و جمعی دیگر کہ صلاحیت و لیاقت خدمت نہ داشتند جزیہ بر ایشان نہادہ بودند، و تسمیہ بنات بناء از قبیل تسمیۂ شئی است بہ اسم مایؤل الیہ، و یا بنا بر تعلیب چہ ایشان استیفای صغار و کبار میکردند از زنان، **وھذا کما یقال** "**اقبل الرجال**" واگر چہ صبیان درمیان رجال بودہ باشند، و نیز اسم نساء بر صغار و کبار جائز است

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مانند ابناء ، و در مجمع آوردہ کہ سبب قتل ابنا آن بود کہ چون فرعون در ظلم بہ نہایت رسید حق تعالی خواست کہ او را ہلاک کند در خواب بہ او نمود کہ آتشی از طرف بیت المقدس شعلہ کشید و بیوت مصر و قبط را تمام بسوخت و بنی اسرائیل را بگذاشت''

("یستحیون نسئکم" اور تمھاری لڑکیوں کو باقی چھوڑ دیتے ، تا کہ ان کو اپنی باندیاں بنائیں اور باندیاں ہونے کی وجہ سے اُن سے جنسی عمل کریں۔ اور خدمت لیں ، یہ چیز اُن کو مار ڈالنے سے زیادہ سخت تھی اور بعض لوگوں کے نزدیک سوء العذاب سے مراد سخت اعمال کی تکلیفیں ہیں کیونکہ وہ اُن لوگوں میں سے کچھ کو اپنے بتوں کے خدّام اور کچھ کو اپنے خادم بناتے ، چنانچہ اُن میں سے کچھ لوگ اُن کے لئے کھیتی باڑی کرتے ، کچھ کھدائی کرتے ، کچھ جھاڑو لگاتے ، کچھ راج گیری کا کام کرتے ، کچھ اینٹیں بناتے ، کچھ پتھر ڈھوتے اور جو لوگ ان کی کوئی خدمت انجام دینے کے قابل نہ ہوتے اُن پر اُن لوگوں نے ٹیکس لگا رکھا تھا اور لڑکیوں کو عورت کہنا مستقبل کے اعتبار سے ہے یا تغلیباً ہے۔ کیونکہ وہ لوگ ہر عمر کی عورتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے تھے ۔ جیسے کہا جاتا ہے ''اقبل الرجال'' (مرد آ گئے) اگرچہ آنے والوں میں کچھ بچّے بھی ہوں۔ اِسی طرح لفظ نساء کا استعمال لڑکیوں اور بڑی عمر کی عورتوں (دونوں) کے لئے جائز ہے ، جیسے لفظ ابناء کا اطلاق چھوٹے اور بڑے دونوں عمر کے مردوں کے لئے ہوتا ہے اور مجمع ۱۵ میں آیا ہے کہ بچوں کے قتل کا سبب یہ تھا کہ جب فرعون کا ظلم وستم انتہا کو پہونچ گیا تو اللہ نے ارادہ فرمایا کہ فرعون کو ہلاک کرے (اللہ نے فرعون کو) خواب میں دکھایا کہ ایک آگ بیت المقدس کی سمت سے نمودار ہوئی جس نے مصر(یوں) اور قبط (یوں) کے تمام گھر جلا ڈالے اور بنی اسرائیل (کے گھروں) کو چھوڑ دیا۔

''فرعون از این خواب بسیار ترسان و ہراسان شد و سحرہ و کہنہ را بخواند و این خواب را بر ایشان عرض کرد۔ ایشان گفتند کہ پسری از بنی اسرائیل متولد شود کہ ہلاک تو و تبدیل دین تو بر دست او باشد۔ پس فرعون بی عون قوابل را بر جمع حوامل بنی اسرائیل رامی کشند و یکی را زندہ نمی گزاشتند تا آنکہ وبا در بنی اسرائیل مسلط ساخت وایشان را امر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کردکہ ہر پسری کہ ازایشان متولدشود بکشند واگر دختر باشد بگذارند، وچند سال متوالی پسران بنی اسرائیل افتاد واکثر مشیخۂ ایشان بمُردند ونزدیک بہ آن رسید کہ از رجال کسی نہ ماند۔ پس جمعی از روسای قبط نزد فرعون آمدند وگفتند کہ وبا در بنی اسرائیل واقع شدہ وصغار ایشان کشتہ می شوند وکبار ایشان می میرند از ایشان کسی باقی نہ خواہد ماند تا خدمت ما کند، فرعون گفت یک سال پسران را می کشند ویک سال می گذارند۔ ہرون در سالی متولد شد کہ ذبح نمی کردند ویک سال وسہ ماہ از موسیٰ بزرگتر بود، وموسیٰ در سالی کہ ذبح می کردند بوجود آمد وروایتی آنست کہ فرعون را گفتند ما در کتاب ہا چنان خواندہ ایم وچنان می دانیم کہ این شخص کہ ہر دست او ملک تو فانی شود از پشت عمران باشد وعمران مومن بود وایمان پنہان می داشت واز جملہ خواص فرعون بود چون فرعون این سخن را از علمای عصر بشنید با عمران گفت کہ باید یک ساعت از نزد من غائب نشوی وشب وروز نزد من باشی، عمران امتثالِ امر او کردہ شب وروز از خدمت او جدا نمی شد وشب نزد او می خوابید، شبی فرعون در کوشک خوابیدہ بود ونزد او عمران درخواب بود، چون از خواب بیدار شد دید کہ زن او نزد او حاضر شدہ بود، متعجب شد وگفت، چگونہ این جا آمدی؟ وحال آن کہ این ہمہ در بستہ اند و پاسبانہا بر در آن نشستہ، گفت من بخودی خود این جا نیامدہ ام بلکہ مرا این جا آوردہ اند عمران دانست کہ این از جانب حق تعالی است، پس در بالینِ فرعون با او خلوت کرد وفرشتۂ کہ بفرمان الٰہی اورا آوردہ بود باز او را بہ خانۂ خودش برد۔''

(فرعون اِس خواب سے بہت پریشان اور خوف زدہ ہوا۔ اُس نے جادوگروں اور کاہنوں کو طلب کیا اور اُن لوگوں سے یہ خواب بیان کیا۔ اُن لوگوں نے کہا: بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں آپ ہلاک ہوں گے اور آپ کا دین بدل جائے گا۔ فرعون بے عون نے دائیوں کو بنی اسرائیل کی تمام حاملہ عورتوں پر مسلّط کر دیا اور حکم دیا کہ اُن میں سے جس کے یہاں لڑکا پیدا ہو اُس کو مار ڈالیں اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اُس کو چھوڑ دیں۔ اس طرح چند برسوں تک یہ لوگ بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کو مار ڈالتے اور کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں ایک وبا پھیلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اُن کے زیادہ تر عمر دراز لوگ مر گئے ۔نوبت یہاں تک پہونچی کہ اُن کے مَردوں میں کوئی باقی نہ بچا۔ پھر قبط کے تمام روسا فرعون کے پاس پہونچے اور انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں وبا پھوٹ پڑی ہے اور اُن کے نوزائیدہ قتل کئے جارہے ہیں اور بڑے مر رہے ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے کوئی باقی نہ بچے گا کہ ہماری چاکری کرے۔فرعون نے حکم دیا کہ ایک برس نوزائیدہ لڑکوں کو مار ڈالیں اور اُس کے دوسرے برس زندہ چھوڑ دیں۔ ہارون (علیہ السلام) اُس برس پیدا ہوئے جس میں نوزائیدہ قتل نہیں کئے جارہے تھے اور وہ موسیٰ (علیہ السلام) سے سوا سال بڑے تھے ۔موسیٰ (علیہ السلام) اُس برس پیدا ہوئے جس میں نوزائیدہ قتل کئے جارہے تھے ۔ایک روایت یہ ہے کہ اُن لوگوں نے فرعون سے کہا کہ ہم نے کتابوں میں اِس طرح پڑھا ہے اور یہ جانتے ہیں کہ جس شخص کے ہاتھوں آپ کا ملک تباہ ہوگا عمران کے صلب سے ہوگا۔عمران ،فرعون کے خواص میں سے تھے (مگر) وہ مومن تھے اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے ۔جب فرعون نے اپنے علما سے یہ بات سنی تو عمران کو حکم دیا کہ تم ایک لمحے کے لئے بھی میرے پاس سے کہیں نہیں جاؤگے اور دن رات اُس کے میرے پاس رہوگے۔عمران نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور دن رات پاس سے نہ ہٹتے اور رات کو اُسی کے پاس سوتے ۔ایک رات فرعون محل میں سویا ہوا تھا اور اُسی کے پاس عمران (بھی) سوئے ہوئے تھے ،جب اُن (عمران) کی آنکھ (اچانک) کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ اُن کی اہلیہ اُن کے پاس آ گئی ہیں۔ عمران کو حیرت ہوئی اور انہوں نے (اپنی اہلیہ سے) پوچھا کہ یہاں کس طرح پہونچیں؟ حال یہ ہے کہ تمام دروازے بند ہیں اور ہر دروازے کے باہر پہرے دار بیٹھے ہیں ۔اُن کی اہلیہ نے جواب دیا: میں یہاں خود نہیں آئی ہوں ، بلکہ مجھ کو لایا گیا ہے ۔عمران نے سوچا: یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پس انہوں نے فرعون کے سرہانے اپنی اہلیہ سے مقاربت کی اور وہ فرشتہ جو اللہ کے حکم سے اُن کو لایا تھا، اُن کو اُن کے گھر واپس لے گیا۔)

”وچون آثار حمل براوظاہر گشت عمران ازاین معنی خایف گردید ومردمان این حکایت را بہ سمع فرعون رسانیدند فرعون تکذیب ایشان کرد وگفت ،عمران یک لحظہ از نزد من غائب نہ شدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چگونہ نزد زن رفتہ باشد؟ وزن از او آبستن شدہ اما بجہت احتیاط زنانِ خواص خود را فرستاد تا احوال را معلوم کنند، حق تعالی آن کودک را بہ پشت مادر برد چنانکہ اثر حمل اصلاً نمایان نہ شود و چون زنان بیامدند و اثر حمل نیافتند بازگشتند و فرعون را از آن خبر دادند، فرعون بفرمود تا آن غمازان را عقوبت بلیغ کردند و در حرمت داری عمران افزود تا آن کہ موسی متولد شد۔‘‘

(جب حمل کے آثار ظاہر ہوئے عمران خوف زدہ ہوگئے اور لوگوں نے یہ بات (کہ عمران کی اہلیہ حاملہ ہیں) فرعون تک پہونچائی ۔ فرعون نے اُن لوگوں کے بیان کو جھوٹ قرار دیا اور کہا کہ عمران ایک لمحے کے لئے بھی میرے پاس سے نہیں ہٹے ہیں وہ کس طرح اپنی اہلیہ تک پہونچے ہوں گے اور کس طرح ان کی اہلیہ اُن سے حاملہ ہوئی ہوں گی؟ پھر فرعون نے احتیاطاً اپنی خواص عورتوں کو عمران کی اہلیہ کے پاس بھیجا تا کہ (صحیح) حالات معلوم کریں۔حق تعالی نے اُس بچّے کو ماں کی پشت کی طرف اس طرح کر دیا کہ حمل کے کچھ بھی آثار نہیں پائے تو واپس چلی گئیں اور اس کی خبر فرعون کی دی۔ فرعون نے (حمل کی) خبر دینے والوں کی سخت ترین سزاؤں کا حکم دیا اور عمران کی عزت و تکریم میں اضافہ کیا۔یہاں تک کہ موسیٰ (علیہ السلام) پیدا ہوگئے ۔)

’’وخبر متواتر گشت کہ زنِ عمران پسری آوردہ ، چون بہ سمع فرعون رسید گماشتگان را فرستاد تا تفحصِ این معنی کنند، مادر موسیٰ (علیہ السلام) از این خبر یافتہ کودک را در تنور بپوشید و بگریخت ، خواہر او کہ خالۂ موسیٰ بود از این بی خبر بود آتش در تنور نہاد تا نان بپز دو در وقتی کہ زبانۂ آتش از تنور بہ ہوا می رفت کسانِ فرعون در رسیدند و ہمۂ آن خانہ را تجسس کردند و مادر موسیٰ را بدست آوردند و از پسر اثر نیافتہ و بہ سر تنور رفتند آتش عظیم از آن بیرون می آمد‘‘

(یہ خبر برابر گشت کرتی رہی کہ عمران کی اہلیہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے جب (یہ خبر) فرعون کے کانوں تک پہونچی تو اس نے اپنے ملازموں کو اِس بات کی تفتیش کے لیے بھیجا۔ موسی (علیہ السلام) کی والدہ نے یہ خبر سنتے ہی بچّے کو تندور میں رکھ دیا اور وہاں سے بھاگ گئیں۔موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کی بہن، جو اُن کی خالہ تھیں، اِس بات سے ناواقف تھیں ۔انہوں نے تندور میں آگ جلائی تا کہ روٹی پکائیں ۔ جس وقت اُن لوگوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پورے گھر کی تلاشی لی (بعد ازاں) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو ڈھونڈ لائے مگر بچّے کا نام ونشان تک نہ پایا۔ پھر وہ لوگ تندور پر پہونچے۔ اُس میں اچھے خاصے شعلے نکل رہے تھے۔)

"وبعد از تفحص جمیع مواضع آن خانہ فرعون را خبر دادند کہ غلط بعرض رسانیدہ اند، فرعون ازین معنی بسیار خوشحال گشت وبعد از رفتن آنہا مادر موسیٰ خواہر را گفت کہ باکودک چہ کردی؟ گفت من ہیچ کودک را نہ دیدم، گفت کودک در تنور بود، بجزع وفزع در آمدہ بر سر تنور دوید وفرد نگریست، دید کہ موسی درمیان تنور نشستہ وآتش گرداگرد اوا حاطہ کردہ اورا گزندنمی رسانید، بسی شاد شدہ دانست کہ این غرائب وعجائب قدرت الٰہی ست، ودر ضمنِ آن سِرّی است پس کودک را برگرفت ودر خفیہ تربیت می نمود، اہل تحقیق وار باب تدقیق گفتہ اند حق تعالی بہ جہت آن این حال را بہ مادر موسیٰ نمود تا چون اورا الہام نماید کہ موسیٰ را در آب افگن اووی را بی ترس وخوف در آب اندازد۔"

(اور اُس مکان کے کونے کونے کی تلاشی لینے کے بعد اُن لوگوں نے فرعون کو مطلع کیا کہ اُس کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔ اس بات کو سن کر فرعون بہت خوش ہوا۔ اُن لوگوں (یعنی فرعون کے کارندوں) کے جانے کے بعد (حضرت) موسیٰ کی والدہ نے اپنی بہن سے پوچھا کہ بچے کو کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے کسی بچے کو نہیں دیکھا (حضرت) موسیٰ کی والدہ نے فرمایا: بچہ تندور میں تھا۔ وہ (یعنی خالہ) روتی پیٹتی تندور کی طرف دوڑیں اور جھک کر نیچے کی طرف دیکھا تو اُن کو نظر آیا کہ (حضرت) موسیٰ تندور کے بیچ میں تشریف فرما ہیں اور آگ نے ان کے چاروں طرف گھیرا بنا رکھا ہے اور اُن کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئیں کہ یہ اللہ تعالی کی قدرت کے عجائب و غرائب میں ہے اور اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ پھر انہوں نے بچے کو اٹھالیا اور پوشیدہ طور پر بچے کی پرورش کرنے لگیں۔ تحقیق وتدقیق کرنے والوں کا خیال ہے کہ اِس بات کو اللہ تعالی نے (حضرت) موسیٰ کی والدہ کو اِس لئے دکھلایا کہ جب اللہ کی طرف سے الہام ہو کہ (حضرت) موسیٰ کو پانی میں پھینک دو تو وہ بلا کسی ڈر اور خطرے کے خوف سے ان کو پانی میں پھینک دیں۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''القصہ حق تعالی می فرماید کہ این بنی اسرائیل کسان فرعون ابنای شمارا می کشتند و دختران شمارا استخدام میکردند و پیران شمارا کار ہای سخت می فرمودند ''وفی ذٰلِکُم'' ودراین ذبح پسران واخدام دختران ''بلآء'' محنتی وآزمائشی بودشمارا 'من ربکم' ازنزد پروردگار شما یعنی این کہ حق تعالی تخلیہ ایشان کردہ بودتا این عمل می کردند بہ شمار درصورتِ ابتلاو درحکم امتحانی بوداز جانب او'' عَظِیم'' بزرگ و بے نہایت وآزمائشی بغایت مشقت وی تواند بود کہ مشارالیہ ''ذٰلکم'' آنجاء باشد یعنی نجات دادن باشمارا از شر فرعون نعمتی عظیم بود از جانب ما بہ شما، وأصل بلا اختبار است وچون اختبارِ حق تعالی بندگان را گاہی بہ سبب نعمت است ،تابرمردم عالم ظاہر گردد کہ متنعمان شکر آن نعمت می کنند یانہ؟ وگاہی بہ سبب محنت تاامتحان نماید وبراہل روزگار روشن سازد کہ اہلِ آن محنت درآن صبر وشکیبائی می ورزند یانہ؟ ازاین جہت اطلاق بلا برہردو می کنند ومتحمل است کہ مشارالیہ محنت ونعمت ہردوباشد، یعنی محنت تسلط فرعونیان برشما ونعمت نجات شما از ایشان محنت ونعم عظیم بود از جانب حق تعالی ودرآیۃ تنبیہ است برآنکہ آنچہ بہ بندہ رسد از خیروشر اختبار است از جانب حق تعالی پس براو واجب است کہ برمسارّ خیر شکر کنند وہر مضارّ شر صبر نماید تا از بہترین مختبران باشد بعد ازان تعداد نعمت دیگر می کند بر ایشان۔''

(قصہ مختصر یہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اے بنی اسرائیل ،فرعون کے لوگ تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو ملازم بناتے تھے اور تمہارے بڑے بوڑھوں سے سخت (مراداُن کی قوت وطاقت سے باہر) کام لیتے تھے ''وفی ذٰلِکُم'' اور یہ بچوں کا قتل اور بچیوں کی چاکری ''بَلَاءٌ'' تمہارے لئے آزمائش اور مصیبت تھی ''من ربکم'' تمہارے پروردگار کی طرف سے ،یعنی یہ کہ اللہ تعالی نے اُن لوگوں کو اس کا موقع دیا تھا،تاکہ وہ یہ عمل مصیبت اور بلا کی شکل میں تمھارے لئے کریں اور یہ بات اللہ تعالی کی طرف سے امتحان وآزمائش کے طور پر تھی ''عظیم'' ایسی آزمائش جس میں سخت مشقت تھی ۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''ذالکم'' کا اشارہ فرعون کے شر سے نجات دینے کی طرف ہو۔یعنی یہ ہماری طرف سے تمہارے لئے بڑی نعمت تھی ۔بلاء کے اصل معنی آزمائش کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، چونکہ اللہ تعالی کی طرف سے کبھی اپنے بندوں کی آزمائش نعمت کے ذریعے ہوتی ہے، تاکہ دنیاوالوں پر یہ بات ظاہر ہو کہ نعمت سے بہرہ ور ہونے والے لوگ اُس نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ اور کبھی پریشانیوں کے ذریعے وہ اُن کا امتحان لیتا ہے اور اِس طرح دنیا والوں کو دکھلاتا ہے کہ پریشان حال لوگ اُن پریشانیوں پر صبر وسکون دکھلاتے ہیں یا نہیں؟ اس طرح اللہ ہر دو (یعنی پریشان حال اور نعمت پانے والے) پر بلاء مسلّط کرتا ہے۔ احتمال یہ ہے کہ ذٰلکم کا اشارہ آزمائش اور نعمت دونوں کی طرف ہو، یعنی فرعونیوں کی سختی کا تم پر تسلط اور اُن سے تمہاری نجات کی نعمت اور اللہ کی طرف سے دوسری عظیم نعمتیں۔ اِس آیت میں اِس بات پر تنبیہ ہے کہ بندے کو خیر وشر میں سے جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالی کی طرف سے آزمائش ہے، اِس لئے بندے پر واجب ہے کہ خیر کی آسائشوں پر شکر اور شر کی مضرتوں پر صبر کرے، تاکہ وہ آزمائے جانے والے بہترین انسانوں میں سے ہو جائے اور اس کے بعد اللہ اُس کو دوسری نعمتیں عطا فرمائے۔)

جس آیت کی یہ طویل تفسیر درج بالا سطور میں نقل کی گئی ہے اُس کا ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن نے یوں کیا ہے:

> ”اور یاد کرو اُس وقت کو جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب۔ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اُس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی“۔

اس مثال کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مُلّا فتح اللہ کاشانی جس حد تک ہو سکتا ہے اُس حد تک طول بیانی سے کام لیتے ہیں، مثلاً جب فرعون کا ذکر آیا تو عمالقہ کے بارے میں اُن کو جو کچھ علم ہو سکا وہ سب کچھ تحریر کر دیا۔ مزید برآں دیگر قدیم تفسیروں کی طرح انہوں نے یہ تحریر فرمانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ انہوں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کی ہیں؟ اُن کو اپنی قواعد دانی کے مظاہرے کا اتنا شوق ہے کہ جگہ جگہ پر تفسیر کا دامن ان کے ہاتھوں سے چھوٹتا نظر آتا ہے اور صرف قواعد کی جلوہ سامانی سے واسطہ پڑتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِس وقت ہم اِس بات کی تحقیق کرنے سے قاصر ہیں کہ درج بالا تحریر میں کتنا حصہ ملاّ فتح اللہ کاشانی کا ہے اور کتنا دوسرے مفسروں سے مستعار ہے۔ اِس تفسیر کے مرتب اور اُن کی ہم نوائی میں ڈاکٹر سید حسن سادات ناصری اور منوچہر دانش پژدہ نے اِس بات کا تو ذکر کر دیا ہے کہ ملاّ فتح اللہ کاشانی نے 'تفاسیر معتبر' مثلاً زمخشری کی کشاف ،طبرسی کی مجمع البیان فی تفسیر القرآن ،بیضاوی کی انوار التنزیل سے خاصا استفادہ کیا ہے ۔پہلی فارسی شیعی تفسیر ابوالفتوح رازی کی 'روض الجنان ورَوح الجنان' کے بارے میں سادات ناصری اور اُن کے معاون دانش پژدہ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ ملافتح اللہ کاشانی نے تفسیر رازی سے ''بہرۂ فراوان برگرفتہ وگاہ عبارات راعیناً نقل کردہ است'' افسوس ہے کہ ان حضرات نے نہ تو ''بہرۂ فراوان'' کی نشاندہی کی ہے اور نہ ہی ''عیناً''نقل کی''۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو تفسیر ''فی الزام المخالفین'' لکھی گئی ہے اس میں معتزلی زمخشری اور سُنّی بیضاوی کہاں سے دخل انداز ہو گئے؟ سادات ناصری اور دانش پژوہ اِس پر متفق ہیں کہ منہج الصاقین کا انداز بیان ''ایک جیسا (یک دست)نہیں ہے۔اس کی وجہ اُن لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ جہاں جہاں دوسری تفسیروں سے بلا حوالہ عبارتیں نقل کی ہیں وہاں وہاں قدیم فارسی الفاظ اور انداز بیان نمایاں ہے اور جو حصے خود اُن کے لکھے ہوئے ہیں وہ اس اندازِ بیان کی عکاسی کرتے ہیں جو صفویوں کے زمانے کا عام انداز بیان ہے۔ کسی عہد کے مفسر ہوں ان کا جی قصص کی تفسیر میں بہت لگتا ہے۔ وہ جگہ جگہ سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بے سروپا حکایتیں نقل کر کے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنے قارئین کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔جب یہ روش عام ہو تو ملا فتح اللہ کاشانی کسی سے کیوں پیچھے رہیں؟

یہاں اِس بات کا مختصراً ذکر ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا فرعون کے پاس ہونا، پھر اللہ کے حکم سے اُن کی والدہ اور والد کی یکجائی ،جس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، یہ ساری باتیں مُلا فتح اللہ نے کسی نہ کسی قدیم تفسیر سے نقل کی ہوں گی ۔ہمارے تفسیری سرمایے کی سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ جو معلومات دوسری کتابوں سے نقل کی جاتی ہیں اُن کتابوں کا مطلقاً کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا، جس سے اِس بات کا اندازہ نہیں ہوتا کہ ناقل نے کِن کِن باتوں کو چھوڑ دیا ہے اور کن کن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدھی ادھوری باتوں پر اپنا محل تیار کیا ہے۔ یہ صرف مُلا فتح اللہ کاشانی کی کمی نہیں ہے، بلکہ ہمارا سارا قدیم تفسیری سرمایہ اِس کا شکار ہے۔ اگر کسی تفسیر کا متن مرتب کرتے وقت اِس طرح کی کمی کو دور کر دیا جائے تو وہ متن تحقیق کا شاہکار ہوگا۔ (باقی)

حواشی و مراجع

۱۔ شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنے دور کے مشہورترین فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمۂ مصنف، ج اول ص ۴

۳۔ حالانکہ خود ملا فتح اللہ نے اپنی تفسیر میں بلا ترجمہ اتنی عربی عبارتیں بھر دی ہیں کہ صرف فارسی جاننے والا، چاہے وہ ایرانی ہو یا غیر ایرانی، اس سے مکمل طور سے استفادہ کرنے سے قاصر ہے۔

۴۔ اپنے اس شغف کا عملی اظہار اپنی مادری زبان فارسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی دینی زبان عربی میں بھی کیا ہے۔

۵۔ مقدمۂ مصنف، ج ۱، ص ۴

۶۔ میں نے چیز کو پڑھا

۷۔ میں نے مختلف چیزوں کو اکٹھا کر دیا

۸۔ پڑھا ہوا

۹۔ بکھرا ہوا

۱۰۔ منتشر (اوراق)

۱۱۔ مفسر نے صرف اتنے ہی الفاظ تحریر کئے ہیں۔

۱۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۹۸

۱۳۔ ''اس کا اضافہ کرنا'' سے ''مخصوص ہے'' تک یہ جملہ سمجھ میں نہ آسکا، مجرد ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۱۴۔ بقول مرتب تفسیر فرعونوں کے یہ نام عربی ترجمے ہیں اُن کی اصل زبان کے نہیں۔

۱۵۔ اشارہ ہے ''مجمع البیان فی تفسیر القرآن'' کی طرف جو ایک شیعی عالم امین الدین ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی تالیف ہے۔

© rasailojaraid.com